السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زکوٰۃ اور عشر سے مدرس کی تنخواہ دی جا سکتی ہے یا نہیں یا مدرسہ کے کسی خرچ میں مثلاً کتب خانہ یا مرمت میں لگا سکتے ہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف فی سبیل اللہ بھی ہے، فی سبیل اللہ کی تفسیر میں بعض علماء عام کرتے ہیں، وہ ہر نیک کام میں زکوٰۃ خرچ کرنا جائز کہتے ہیں نیک کاموں میں مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی ضروریات بھی (شامل ہیں۔ (۲۶ رجب ۱۳۶۲ھ

شرفیہ: ... میں کہتا ہوں کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں بعض علماء نے کتنی وسعت کی ہے کہ کوئی شے بھی اس کے شمول سے باہر نہیں جا سکتی، تو پھر آٹھ مصارف کے بیان کی کیا ضرورت تھی، غور کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین وغیرہ جمہور صحابہ کو شہر کی حفاظ، خندق وغیرہ مساجد، کنواں اور مردوں کے کفن و دفن پلوں وغیرہ کی ضرورت تھی، مگر مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ کبھی بھی آپ نے یا خلفاء راشدین نے زکوٰۃ کے مال میں سے ان امور پر صرف کیا ہو، اس سے ثابت ہو گیا کہ باوجود ضرورت مال زکوٰۃ کو ان پر صرف نہ کرنا، اور اس طرح سے ان امور کو سر انجام دینا، مال زکوٰہ کو ان پر صرف نہ کرنے کی بین دلیل ہے، اور لفظ فی سبیل اللہ کا عموم یا کلیہ نہ ہونے پر بھی صحیح مسلم وغیرہ کی مرفوع حدیث بھی ہے کہ عبد المطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مال زکوٰۃ کی تحصیل پر ہم کو مقرر کر دیں تاکہ ہم بھی وصول کر کے کچھ معاوضہ لیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا: مال زکوٰۃ اوساخ الناس ہے، ((وانها لا تحل لمحمد ولا لال محمد ﷺ))

ثابت ہوا: کہ سادات بنی ہاشم کی ضرورت کو پورا کرنا فی سبیل اللہ میں داخل تھا، مگر پھر بھی ان پر جائز نہیں، اور مفت بھی نہیں محنت تھی، مگر پھر بھی ناجائز ثابت ہوا کہ ویسے ہی مساجد خانہ خدا پر بھی اوساخ الناس صرف کرنا جائز نہیں، کفن دفن پر بھی جائز نہیں کہ مال زکوٰۃ حق زندوں کا ہے، مردوں کا نہیں، ورنہ فقراء و مساکین وغیرہ مصارف مذکورہ فی القرآن زندوں اور مردوں دونوں کا حق مساوی ہوگا، تو مال زکوٰۃ زندوں کا حق مردوں ہی پر پورا نہ ہوگا، چہ جائیکہ قلعے مساجد وغیرہ ان کی تجدید ہی مشکل ہوگی، اذلیس فلیس اور پلوں اور سڑکوں قلعوں، نہروں اور چشموں، مسافر خانوں، لنگر خانوں، شہروں کی فصیلوں، غرباء تجار جن کے پاس کاروبار چلنے کو روپیہ کم ہو، اور ان کو اور کاشتکاروں کو قرض دینا وغیرہ کہ یہ فی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہیں، ان پر صرف کیا جائے گا، تو اس صورت میں بھی زندوں، فقراء و مساکین وغیرہ مصارف کے لیے خاک بھی نہیں بچ سکتا اور ((یذکر عن ابی اساس قال حملنا النبی ﷺ علی ابل الصدقة للحج انتهىٰ مافی ترجمة البخاری)) اول تو یذکر ہے، دوم اس میں تصریح نہیں کہ وہ لوگ غنی تھے، اور صرف حج ہی باعث حمل تھا، بظاہر وہ زکوٰۃ کے مستحق معلوم ہوتے تھے، یہی جواب عبد اللہ بن عباس کے قول: ((یعطی فی الحج)) کا ہے، اور ((قال الحسن ان اشتری اباه من الزکاة جاز به فی الرقاب)) کا ایک فرد ہے، اور اغنیاء کو مال زکوٰۃ لینے کے متعلق حدیث مرفوع میں آ چکا ہے

((لغار فی سبیل اللہ او لعامل علیها او لغارم او لرجل اشتراء بها بماله او لرجل کان له جار مسکین فصدق علی المسکین فاہدی المسکین علی الغنی)) (رواہ مالک وابو داؤد مشکوٰۃ ص ۱۶۱ جلد نمبر ۱))

خلاصہ: یہ کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں ایسی وسعت نہیں کہ دنیا کی تمام ضروریات کو شامل ہو، جیسے کہ بعض علماء نے حواشی مذکورہ میں کیا ہے، پس اس سے جہاد میں صرف کرنا مراد ہے، ہاں اگر کسی آیت یا حدیث مرفوع صحیح کی نص سے کسی شئی میں کسی کو علاوہ جہاد کے صرف کرنے میں ثابت ہو جائے تو فبہا ورنہ نہیں، اور دینی مدارس جہاں کتاب و سنت کی تعلیم باقاعدہ ہوتی ہو کتاب و سنت پر عمل بھی صحیح طور پر ہو، صورت و سیرت کتاب و سنت کے مطابق ہو وہاں دینی جائز ہے، اور صرف یہی نہیں کہ تعلیم انگریزی، ہندی تعلیم وغیرہ دنیوی علوم کی ہو، اور برائے نام کچھ عربی کا قلیل اقل شغل رکھ لیا ہو، نہ صورت نہ سیرت نہ نماز کی پابندی نہ اور فرائض کی نہ اخلاق حمیدہ نہ اساتذہ پابند شرع بلکہ بعض شرع کا مذاق اڑانے والے تو وہاں قطعاً جائز نہیں، پس قسم اول ہی کو دینی جائز ہے، اور مدارس مذکورہ جن کو جائز ہے، ان میں طالب علم اصل ہیں، جو عموماً نادار مفلس ہوتے ہیں، یا جن کو والدین وغیرہ علم دین حاسل نہیں کرنے دیتے اور وہ گھر سے نکل کر عموماً پردیس پڑھتے ہیں، وہ ابن السبیل بھی ہوتے ہیں، مسکین فقیر بھی پھر ان کے خورد و نوش، لباس و قیام، کتاب وغیرہ کا انتظام جس میں مدرسین جزاول میں پھر اگر وہ نادار ہوں، یعنی ہو صاحب جائداد نہیں کہ درس دے کر ان کو اپنی ضروریات کے لیے مدرسہ سے لینے کی ضرورت نہ ہو تو پھر ان کو بھی جائز نہیں ورنہ جائز ہے کہ اگر وہ اور کام کرتے ہو، تنخواہ سے اپنی ضروریات پوری کرتے، اب مدرسے سے کریں گے، مدرسہ کی تعمیر کتب کی خرید، جلد سازی بھی بلکہ اگر مدرسہ میں اور ملازم منشی وغیرہ کی ضرورت ہو، وہ بھی مدرسہ میں داخل ہے، جیسے بیت المال یا تحصیل زکوٰۃ میں قرون ثلاثہ میں تھا، ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ متولی اور ناظم مدرسہ پابند شرع خدا ترس ذی علم جو کتاب و سنت سے اچھی طرح واقف ہو، اور انتظام کا مادہ بھی۔ اور حتی الامکان وہ زکوٰۃ کے مال کو وہیں صرف کرے، جہاں جہاں کرنا چاہیے، اس لیے کہ مدارس میں اور طریق سے بھی چندہ وصول ہوتا ہے، اور مدوں میں حتی الامکان اور چندوں سے صرف کرے، ہاں چرم قربانی بھی مدارس مذکورہ دینیہ میں دی جا سکتی ہیں، اور جب ثابت ہو چکا کہ قرآن شریف میں {اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الآیة} میں لام لبیان المصرف ہے للتملیک نہیں کما فی الفتح اور مصرف صرف آٹھ ہی ہیں، اور لفظ فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد میں ہی صرف کونا مراد ہے، ورنہ اگر ایسا عام مراد ہوتا جیسے بعض علماء نے لکھا ہے کہ کوئی چیز کوئی مصرف اس سے باہر نہیں رہتا، دنیا کے مصارف اس میں آ جاتے ہیں، تو پھر آٹھ کا بیان ہی معاذ اللہ فضول ہے: ((وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْس)) اگر یہ لفظ اول آیۃ میں ہوتا تو اس کے بعد کو اس کی تفسیر بنایا جاتا، اور اگر سب سے آخر ہوتا تو تعمیم بعد تخصیص سو یہ بھی نہیں، تو پھر سوا اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا، کہ یہ ایک مستقل چیز ہے جو اقسام کو جو اس کے ساتھ مذکور نہیں، ان کو شامل ہو، اس لیے کہ تقسیم اقسام میں تقابل اور ہر ایک دوسرے کا قسم ہوتا ہے، اور عموم مذکور میں شمول ہوتا ہے، لہٰذا تفسیر بعض علماء قطعاً باطل بے مصرف جہاد ہی مراد ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے، اگر زکوٰۃ میں اتنی وسعت نہ کی جائے تو اور مصارف کفن دفن ہوتی مساجد وچاہ وغیرہ کیسے نہیں تو جواب یہ ہے کہ کتاب و سنت میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال صرف کرنے کا ذکر یا ترغیب ہے، اس میں سے ان امور کو سر انجام دیا جا سکتا ہے بلک دیا جاتا تھا، زکوٰۃ کے مصارف کو تو خود اللہ تعالیٰ نے معین کر دیا ہے، اور جانتا بھی ہے، اور تھا کہ فلاں فلاں امور کی ضرورت ہوگی، پھر بھی آٹھ مصارف کو بیان کیا، عام نہ رکھا، ہاں اور طرح اور مصارف یا اور اشیاء کو بیان کر دیا، وہ یہ ہے:

(قال اللہ تعالیٰ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ الآیة (پ ۱ ع ۳

(وقال اللہ تعالیٰ وَمَا تُنفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ الایۃ (پ ۳ ع ۵

دیکھئے زکوٰۃ کے بعد جس چیز کا بیان ہے، وہ ہر قسم کے خرچ کو شامل ہے، جو مشروع ہو۔

(وقال رسول اللہ ﷺ ان فی المال لحقاً سوی الزکوٰۃ ثم تلا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الایۃ)) (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۹ جلد ۱))

((وعن سعد بن عبادۃ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیراً فقال ھذہ لام سعد رواہ ابو داود والنسائی مشکوٰۃ ص ۱۶۹ جلد نمبر ۱))

(وقال رسول اللہ ﷺ اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلاثۃ الا من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ رواہ مسلم مشکوٰۃ)) (ص ۳۲ جلد نمبر ۱))

وقال ایضا ان مما یلحق للمومن من عملہ حسنتہ بعد موتہ علماً ونشرہ وولداً صالحاً ترکہ او مصحفاً ورثہ او مسجدا بناہ او بیتا لابن السبیل بناہ او نھرا اجراہ او صدقۃ اخرجھا من مالہ فی صحتہ وحیوتہ یلحقہ بعد موتہ رواہ ابن ماجۃ والبیھقی فی شعب (الایمان)) (مشکوٰۃ ص ۳۶ جلد ۱

(وقال رسول اللہ ﷺ من یشتری بئر رومۃ یضعل ولوہ مع ولہ المسلمین بخیر لہ منھا فی الجنۃ الحدیث رواہ الترمذی والنسائی والدارقطنی مشکوٰۃ)) (ص ۵۶۱ جلد ۱))

(وقال رسول اللہ ﷺ من بنیٰ اللہ مسجداً نبی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ)) (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۶۸ ج ۱))

ان امور مذکرہ میں مدارس کی تعمیر بھی آ سکتی ہے، اور ہر قسم کے مصارف و ضروریات عامہ اور ہر جگہ وہر حال و موقعہ ناداری کا عذر غلط ہے، جب بعض زکوٰۃ دیتے ہیں تو ویسے بھی خرچ کے مستحق بلکہ بعض اوقات ان پر یہ ضروری ہو جاتے ہیں، اور کفن دفن تو اہل اسلام پر موتی کا حق ہے۔

(قال رسول اللہ ﷺ اذا کفن احدکم اخاہ فلیحسن کفنہ)) (رواہ مسلم))

وقالا ایضاً البسوا من ثیابکم البیض فانھا من خیر ثیابکم وکفنوا فیھا موتاکم)) (رواہ الخمسۃ الا النسائی وصححہ الترمذی) (بلوغ المرام) ابو سعید شرف الدین دہلوی))

جواباً عرض ہے کہ فقیر کے نزدیک تعمیر مدرسہ، تنخواہ مدرسین، امداد طلبہ وفی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہے، اس لیے کہ لفظ مذکورہ عام ہے، بعض مفسرین بھی اس طرف گئے ہیں، چنانچہ تفسیر خازن میں ہے:

قال بعضھم ان اللفظ عام فلا یجوز قصرہ علی الغزاۃ فقط ولھذا اجاز بعض الفقھاء صرف سھم سبیل اللہ الی جمیع الوجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المسجد وغیر ذالک لان قولہ وفی سبیل اللہ عام فی الکل فلا یختص (دون غیرہ انتہیٰ)) (مطبوعہ مصر ص ۲۴۰ جلد نمبر ۱

بعض مفسرین (قفال مروزی) وغیرہ نے کہا ہے کہ لفظ فی سبیل اللہ عام ہے، پس اس کو محض غازیوں پر منحصر کرنا جائز نہیں، اس لیے بعض فقہا نے حصہ سبیل اللہ کا تمام وجوہ خیر میں صرف کرنا جائز رکھا ہے، جیسے مردوں کا کفن دفن اور پل اور قلعوں کا بنانا، مساجد کی تعمیر اور اس کے سوا جیسے مدرسہ کی تعمیر وغیرہ اس لیے کہ اللہ کے فرمان فی سبیل اللہ ہر ایک کو عام ہے، پس وہ غزوہ ہی کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

اعلم ان ظاھر اللفظ فی قولہ وفی سبیل اللہ لا یوجب القصر علی الغزاۃ فلھذا المعنی نقل القفال فی تفسیرہ عن بعض الفقھاء انھم اجازوا صرف الصدقات الیٰ جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتیٰ وبناء الحصون وعمارۃ المساجد لان قولہ فی (سبیل اللہ عام فی الکل انتھیٰ)) (مفاتیح الغیب مصری ص ۶۸۱ جلد ۲

یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کے قول وفی سبیل اللہ کا ظاہر لفظ موجب حصر بر مجاہدین ہے، اس معنی کے لحاظ سے امام قفال مروزی (محدث) نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کا تمام وجوہ خیر میں صرف کرنا جائز رکھا ہے، جیسے تکفین موتی اور قلعوں کا بنانا، اور مساجد کی تعمیر اس لیے کہ اللہ کا قول وفی سبیل اللہ ہر امور (خیر) کو عام ہے، ایسا ہی خاتمۃ المفسرین نواب صدیق حسن صاحب مرحوم نے تفسیر فتح البیان میں فرمایا ہے: حیث قال

(ان اللفظ عام فلا یجوز قصرہ علی نوع خاص ویدخل فیہ وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیر ذلک انتھیٰ)) (فتح البیان، مصری ص ۱۲۴ جلد ۴))

بے شک لفظ (سبیل اللہ) عام ہے، پس اس کو ایک خاص قسم (غزوہ) پر منحصر کرنا جائز نہیں اس میں نیکی کے تمام اقسام داخل ہیں، کفن، موتی، پل اور قلعوں کا بنانا، مسجدوں کی تعمیر کرنا اور بھی اس کے سوا (جیسے تعمیر'' ''مدرسہ وغیرہ) انتہیٰ

ان عبارات سے ظاہر وباہر ہے کہ لفظ فی سبیل اللہ عام ہے، جو ہر نیک کام کو شامل ہے، اس میں طلباء کی امداد واعانت بھی شامل ہے، جیسا کہ تفسیر مظہری میں ہے:

((من انفق مالہ فی طلبۃ العلم صدق انہ انفق فی سبیل اللہ ص ۵۱ مطبوعہ ہاشمی))

جس نے اپنا مال طالب علموں پر صرف کیا، اس کی بابت یقیناً کہا جائے گا کہ یہ خرچ ثمانیہ سے سبیل اللہ میں داخل ہے، اسی طور سے تعمیر عمارت مدرسہ بھی مال زکوٰۃ سے فی سبیل اللہ میں داخل ہے، ((کام مربیانہ)) فقیر کے نزدیک اسی طور سے تنخواہ علماء مدرسین بھی سبیل اللہ میں داخل ہیں۔

امام شوکانی وبل الغمام میں لکھتے ہیں:

ومن جملتہ فی سبیل اللہ الصرف فی العلماء فان لھم فی مال اللہ نصیباً سواء کانوا اغنیاء او فقراء بل الصرف فی ھذہ الجھۃ من اھم الامور وقد کان علماء الصحابۃ یاخذون من جملۃ ھذہ الاموال التی کانت تفرق بین المسلمین علی ھذہ الصفۃ من (الزکوٰۃ اہ ملخصاً)) (دلیل الطالب

منجملہ سبیل اللہ کے علمائے کرام پر صرف کرنا بھی ہے، اس لیے کہ ان کا بھی اس مال میں حصہ ہے، خواہ وہ امیر ہوں یا فقیر، بلکہ اس راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے، علماء صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ان مالوں سے لیتے'' ''تھے جو مسلمانوں پر مد زکوٰۃ سے تقسیم ہوتے تھے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اس عبارت شوکانی کا ترجمہ اپنی کتاب ((عرف الجادی)) میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

(سبیل اللہ مختص بہ جہاد نیست منجملہ سبل خدا صرف زکوٰۃ در اہل علم است۔ ایشاں را نصیبے در مال خدا است توانگر باشد یا گدا۔ بلکہ صرف آن دریں جہت از ہم امور است الخ (ص ۱،

خاکسار تفسیر فی سبیل اللہ میں انہیں اصحاب مذکورین کا ہمنوا ہے، اور اب تک اسی خیال پر قائم ہے، سائل موصوف کی اگر اس سے تشفی ہو جائے اور خدا کرے کہ ہو جائے تو فبہاء ورنہ ان کے نزدیک جو حق ہو آشکارہ فرمائیں۔

(والسلام (عاجز محمد قاسم محمدی بنارسی، ۲۲ نومبر ۱۸ء) (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۴۴۹

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاوی علمائے حدیث

جلد 7 ص 279

محدث فتویٰ